قلعہ رہتاس کا تاریخی سفر

شیر شاہ سوری ۱۵۴۲ء

3865

سلیم شاہ سوری ۱۵۵۰ء

مصنف

ایم نیاز حسین ساقی
(غزنوی)

جملہ حقوق اشاعت
بحق ناشر محفوظ ہیں

قیمت :-
12 روپے

حافظ پریس جہلم

Marfat.com

ذخیرہ

ایم۔ یاور حسین
ساقی غزنوی

ذخیرہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

ہ سوری

گیٹ

PUNJAB
UNIVERSITY
LIBRARY
LAHORE

CLASS NO.........................

BOOK NO.........................

S-369—Punjab University Press—10,000—29-1-2003

Marfat.com

3845

87095

مقدمہ

کسی قوم کے عروج و زوال کی داستان کامیابی اور ناکامی ناپنے کا آلہ تاریخ اور صرف تاریخ ہے۔ برصغیر پر مختلف ادوار میں مختلف اقوام اور مختلف مذاہب نے یورش کی۔ حکمران محکوم ہوئے حملہ آور حاکم بنے آبادیاں ملیامیٹ ہوگئیں۔ نئی نئی تعمیرات ہوئیں۔ بقول شاعر" ہر کہ آمد عمارت نو ساخت " مگر حکمرانوں کے لئے یہ پرانا کھیل آج بھی جدید ہے۔

زیر نظر کتابچہ ایک ایسے بادشاہ کا آئینہ دار ہے۔ جس نے ایک معمولی عہدے سے تاج و تخت حاصل کیا۔ اور ہمایوں کو ہندوستان سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اسی کو کہتے ہیں "بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔

فرید خان جو کہ ایک صوبیدار تھا عنان تاج و تخت سنبھالنے کے بعد اپنی حکومت کے استحکام کے لیئے روہتاس کے مقام پر ایک عظیم الشان حفاظتی قلعہ بنانے کا حکم دیا۔ یہ کیسا ہے۔ کیوں بنایا گیا۔ کتنا رقبہ۔ کیا محل و توع ہے۔ کتنے مصارف ہوئے۔ اور کتنے دروازے ہیں اور اس خشک بے آب و گیاہ پہاڑی پر اتنی وسیع آبادی کے لئے پانی کا کیا انتظام تھا۔ ان تمام امور سے محترم ڈاکٹر یاور حسین ساقی صاحب نے پردہ اٹھایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب صرف اجسام کے لئے دوا فراہم ہی نہیں کرتے۔ بلکہ روح کے لئے علمی غذا بھی فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اکثر ادبی رسالوں اور ملکی اخبارات میں آپ کے قیمتی معلوماتی سیر حاصل مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس عظیم الشان قلعے کے متعلق کچھ مواد پر پہلے بھی کتنی اصحاب نے خامہ آرائی کی ہے۔ لیکن غیر مستند اور بے ربط

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب نے اس مختصر کتابچے میں تمام حقائق سامنے رکھ کر ایک ایسا آئینہ سیاحوں کو دیا ہے جو صدر دروازے سے اندر آکر قلعے کا خاکہ ذہن نشین کر لیتے ہیں۔ اور تمام گوشوں تک بغیر رہنما، رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس رہنمائی کے بدلے ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی کرے۔

سید شمس الرحمٰن فاضل السند شرقیہ
عربی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول قلعہ رہتاس
(ضلع) جہلم

Marfat.com

3845

عرضِ حالِ مصنّف

عرصہ دراز سے یہ سوچ میرے ذہن پر مسلط تھی کہ کس طرح ملک کے اس مایہ ناز اور اہل پاکستان کے لئے ایک ہمہ گیر اور فکر انگیز تاریخی ورثہ قلعہ روہتاس کو منظرِ عام پر لایا جائے اس سے قبل مالی دشواریوں اور نجی مصروفیات نے کچھ عرصہ کے لئے میرے اس ارادے کو معرضِ التوا میں رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر اب اچانک ہی چند ایک مخلص اور حقیقت پسند محب وطن احباب جن میں محقق تاریخ و ادیب جناب ڈاکٹر محمد اقبال درانی صاحب اور سید امداد حسین شاہ ہمدانی مشیر خاص کے نام سر فہرست ہیں۔ علاوہ میرے اپنے جذبۂ تحقیق و تجسس کے تحت تاریخی سنگریزوں کو یکجا کر کے صفحہ قرطاس پر اپنی یادگار کا ایک ایسا نقشِ دوام مرتسم کر دیا ہے جسے آئندہ کے لیل و نہار کی گردشیں اس کی حقیقت کو ہرگز چھپا نہ سکیں گی۔ تم اور آنے والی نسلوں کے لئے مستقل طور پر خضرِ راہ کا کام دے گی۔

قلعہ روہتاس کے تاریخی سفر مطالعہ کرنے کے بعد عوام میں ناخواندہ اور تاریخ سے ناواقف لوگوں کی من گھڑت کہاوتوں اور فرضی داستانوں سے پیدا شدہ غلط اثرات کو عوام کے پاکیزہ ذہنوں سے محو کر کے حقیقت سے روشناس کرایا گیا ہے چونکہ قلعہ رہتاس اور ایک دوسرے تاریخی مقام ٹلہ جوگیاں کی تاریخ اور ثقافت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے ٹلہ جوگیاں کے حالات کو بھی بیان کر کے قلعہ روہتاس کی تاریخ کو مکمل کر دیا گیا ہے

آخر میں جناب شمیم الرحمٰن فاضل السنہ شرقیہ کے خلوص کا خاص طور سے شکر گزار ہوں جنہوں نے میری اس معاملے میں راہنمائی فرمائی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایم یاور حسین سائی
قلعہ رہتاس ضلع جہلم

Marfat.com

احوال شیر خان افغان سُوری

ابراہیم سُوری چارسدہ ضلع پشاور کا رہنے والا گھوڑوں کی سوداگری کیا کرتا تھا۔ اس کا بیٹا حسن خان نامی فوج کی ملازمت میں بڑا مشہور تھا۔ حاکم جونپور نے حسن خان کی جوانمردی کو دیکھ کر اُسے بہرام پور پرگنہ کی جاگیر بمعہ ایک ہزار سوار کا سردار مقرر کر دیا۔ حسن خان کی بیوی امید سے تھی۔ اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک چاند آسمان سے اتر کر اُسکے پاس آ گیا ہے۔ اُس نے جب یہ خواب حسن خان کے آگے بیان کیا تو اُس نے ایک تازیانہ ہوا میں لہرا کر اُسے کسی اور کے آگے بیان کرنے سے منع کیا۔ کیوں کہ اس سے اس کا نیک اثر زائل ہو جاتا ہے۔ بچے پیدا ہونے پر اس کا نام فرید خان رکھا گیا۔ ایک دن بچپن میں فرید خان اپنے باپ سے ایک درہم کے لئے روتا تھا کہ اچانک ہی ایک فقیر نے آ کر کہا کہ ہندوستان کا بادشاہ ایک درہم کیلئے روتا ہے" اِن دونوں باتوں سے حسن خان کو یقین ہو گیا کہ میرا یہ بیٹا ایک دن ضرور ہندوستان کا بادشاہ بنے گا۔ چنانچہ فقیر کی پیش گوئی سچ ثابت ثابت ہوئی۔ حسن خان اپنی خداداد ذہانت کیوجہ سے فوج میں ترقی کرتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اُس نے بابر کے درباریوں میں ایک خصوصی مقام حاصل کر لیا۔ ایک دِن بابر بادشاہ شکار کھیلنے کے لئے جنگل میں جا رہا تھا۔ اور حسن خان نے بھی ساتھ جاتے ہوئے اپنے بیٹے فرید خان کو بھی امداد کے لئے ساتھ لے لیا۔ اتفاق سے ایک شیر نے بادشاہ پر حملہ کر دیا۔ مگر فرید خان نے بڑھ کر شیر کو مار ڈالا اور بادشاہ کی جان بچا لی۔ جس پر بادشاہ نے

Marfat.com

اسے فرید خان کی بجائے شیر خان کا خطاب دے دیا۔ چنانچہ یہ بابر بادشاہ اور ہمایوں کے درمیان شیر خان کے نام سے موسوم رہا۔

بابر بادشاہ ایک قیافہ شناس بادشاہ تھا۔ جب کبھی شیر خان اپنے باپ کے ہمراہ بادشاہ کے دربار میں جاتا تو بادشاہ اس کی پیشانی کو دیکھ کر بڑا متاثر ہوتا۔ یعنی اسے دیکھ کر لرز جاتا اور سوچتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکا ہمارے خاندان میں تفرقہ ڈالدے۔ جو ہمارے لئے ایک مصیبت بن جائے۔ کیوں کہ بادشاہ اکثر فقیر اور فقیر اکثر بادشاہ بنتے رہتے ہیں۔ اور نظام دنیا الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس کے قتل کی سازشیں شروع ہو گئیں۔ جب اسے پتہ چلا کہ بادشاہ مجھے قتل کروانے کے درپے ہے تو یہ اپنی سلامتی کے لئے وہاں سے بھاگ کر سلطان محمد حاکم پٹنہ کی فوج میں ملازمت اختیار کرلی۔ جب سلطان محمد حاکم پٹنہ نے وفات پائی۔ تو اسے اُس کی جگہ جانشین مقرر کر دیا گیا۔ اسی دوران حسن خان نے بھی وفات پائی اور اسے اپنے والد کی جائیداد کا قبضہ بھی حاصل ہو گیا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی پٹنہ کے قریب راجہ چِنتامن برہمن والیٔ روہتاس گڑھ سے ملاقات کی اور اُسے کہا کہ میں ہمایوں سے ڈرتا ہوں اس لئے تمہارے پاس پناہ لینا چاہتا ہوں۔ تم مجھے امان دو۔

راجہ اس بات پر رضامند ہو گیا۔ جب شیر خان کو اطمینان ہو گیا۔ کہ اب راجہ کی طرف سے اُسے کوئی خطرہ باقی نہیں ہے۔ تو اُس نے اپنی ایک ہزار فوج کے سپاہیوں کو پالکیوں میں سوار کر کے قلعہ رہتاس گڑھ پر حملہ کر دیا اور اُسے فتح کر کے ۹۴۷ھ میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ اس فتح کے بعد شیر خان نے اپنی فوج میں مزید اضافہ کر کے ہمایوں سے جنگ

Marfat.com

کرنے کے لئے متوجہ ہوا۔

ہمایوں بھاگ کر لاہور میں مقیم اپنے بھائی کامران سے مدد کا طالب ہوا۔ لیکن اُس نے اُسے کورا جواب دیا جس پر اُس نے ایران کا رخ کر لیا۔ شیر شاہ بھی اس کے تعاقب میں یہاں تک چلا آیا مگر منگلا کے مقام پر گکھڑوں کے علاقے کے سردار آدم خان اور سارنگ خان نے اسے آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے جنگ شروع کردی۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں آخر کار شیر خان فتح یاب ہوا۔ مگر گکھڑوں سے خطرے کے باعث ان کی سرکوبی کرنی ضروری تھی۔ اس لئے اس نے گھان ندی کے کنارے ایک اونچے ٹیلے پر صوبہ بہار کے قلعہ روہتاس گڑھ کی طرز کے مطابق شاہو سلطان کو ایک سنگی قلعہ بنانے کا حکم دیا۔ اور خود شیر خان سے شیر شاہ کا لقب اختیار کر کے اُمورِ سلطنت کے انتظام میں مصروف ہوگیا۔

شاہو سلطان نے بروز یکشنبہ یازدہم ماہ ربیع الآخر ۹۴۸ھ بکرمی ۱۵۹۰ سنہ بمطابق ۱۵۴۸ء کو قلعہ کی بنیاد رکھی۔ پہلے اندر کوٹ کی عمارات مثلاً شاہی محلات، لنگر خانوں اور شاہی مسجد کی تعمیر شروع ہوئی جو کہ ۴ سال ۷ ماہ ۲۱ دن میں مکمل ہوئی۔

(بحوالہ برانڈرٹ صاحب مہتمم بندوبست ضلع جہلم بذریعہ منشی خاں سررشتہ دار شہباز خان سکنہ ہریانہ ضلع ہوشیارپور۔ مرقوم ۱۴/اپریل ۱۸۵۷ سنہ بمطابق ۱۱ ماہ لباکھ ۱۹۱۴ بروز منگلوار بنام مہکراج قانون گو ولد بخشی بڈھامل عرف ھوترہ ساکن روہتاس خاص مقام پنڈوڑی حلقہ سکندر والا محکمہ منشی ہوری لعل سپرنٹنڈنٹ کاتب سکنہ بھوان کالو ضلع مین پوری برہمنوال۔

3845

تعارف

پاکستان کا یہ مشہور و معروف سنگی قلعہ مشہور افغان بادشاہ فرید خان المعروف شیر شاہ سوری جو کہ اصل میں شمال مغربی سرحدی صوبہ کے ضلع پشاور کی تحصیل چارسدہ کا رہنے والا تھا نے اسے تعمیر کرانا شروع کیا تھا۔ جسے برِ صغیر میں اسلامی تاریخ، ثقافت اور فن سنگتراشی کے عہد رفتہ کی بہترین یادگاری مثال کہا جاتا ہے جسے انسانی دستِ ہنر نے سچ مچ ایک عجوبہ شاہکار کا مقام دیا ہے۔ جو عزم و ہمت کا ایک ایسا منہ بولتا کارنامہ ہے اور جذبہ تسخیر و تعمیر کی منہ بولتی تصویر ہے جس کے جاہ جلال دنیا کے دیگر سنگی قلعوں میں بہت کم ملتی ہے

وجہ تسمیہ

:۔ روہتاس سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں سفید انڈہ۔ اس قلعے کی بناوٹ چونکہ ایک سفید انڈے سے مشابہ ہے جس کی تعمیر میں بھی ایک خاص قسم کا سفید مسالہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے اسے ہر دو تناسب کی وجہ سے اسے روہتاس کا نام دیا گیا ہے

شیر شاہ کا یہ تاریخی ورثہ

چنانچہ ملک بھر کے دوسرے جنگی قلعوں میں سے فنِ تعمیر اور خوبصورتی کے لحاظ سے ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اس لئے اسے دیکھنے کے لئے سال بھر ملکی اور غیر ملکی سیاحوں کے علاوہ سکولوں اور کالجوں کے طلباء اور طالبات میں ذوق و شوق سے آتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

برصغیر کا یہ مایہ ناز قلعہ شمالی پنجاب ضلع جہلم اور ایک مشہور قصبہ دینہ جو کہ جدید قومی شاہراہ پر واقع ہے سے سات کلو میٹر جنوبی گوشے کی طرف یا پھر قدیمی سڑک اعظم، جسے پشاور سے کلکتہ تک شیر شاہ سوری نے ہی تعمیر کروایا تھا۔ سڑک کے کنارے ایک اونچے ٹیلے پر اس طرح ایستادہ ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے تخت پر براجمان ہو۔ مگر اب گردشِ دوراں کے اثرات سے اپنے اعلیٰ رنگ و روپ کھو کر اس کی جگہ سیاہ رنگ کے ماتمی لباس میں دُور دُور تک دکھائی دیتا ہے۔

تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جب کبھی جدید قومی شاہراہ سے گزرتے وقت اسے دُور سے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو وہ اپنی اس دلی تمنا کو اپنی اولین فرصت میں اسے نزدیک سے دیکھنے کے لیے بے تاب و بے قرار رہتے ہیں اور تا وقتیکہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں چین سے نہیں رہ سکتے۔ ایک انگریز مورخ مسٹر بیل نے لکھا ہے کہ اس قلعہ کو دیکھنے کے بعد انسان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ انسانی دسترس سے بعید ما فوق الفطرت کارکنان تقدیر و عمل کا ایک عظیم شاہکار ہے جو سوریوں کے ذوقِ تعمیر کی عکاسی کرتا ہے۔ مگر مکمل ہونے سے کچھ عرصہ پہلے ہی موت کے اٹل حکم نے شیر شاہ سوری کو اس جہانِ فانی سے کوچ کرنے پر مجبور کر دیا۔ جس پر قلعہ کی باقی تعمیر اس کے بیٹے جلال خان المعروف اسلام شاہ یا سلیم شاہ نے مکمل کی۔

کیوں بنایا گیا؟

اس کی دو بڑی وجوہ منظرِ عام پر آتی ہیں۔ اوّل شیر شاہ سوری کی مغلوں سے پرانی دشمنی۔ دوم یہاں کے مقامی علاقے کی جنگجو قوم گکھڑ سے مستقل خطرہ۔ بابر کی وفات کے بعد جب ہمایوں تختِ سلطنت پر متمکن ہوا۔ تو بھائیوں کی آویزش کے باعث امورِ سلطنت پر

Marfat.com

اس کی گرفت مضبوط نہ ہونے پائی۔ اور شیر شاہ سوری نے اس کی حکومت کا تختہ الٹ کر اسے جنوبی ایشیا سے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ شیر شاہ سوری کو مغلوں اور گکھڑوں کے تعلقات کا پورا علم تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر ہمایوں دوبارہ تخت حاصل کرنے کے لئے ہندوستان واپس آئے گا۔ تو وہ پوٹھوہار کے گکھڑوں ہی کی مدد سے اس کے خلاف آرا ہوگا۔ چنانچہ اس نے اسی علاقہ میں اپنا اقتدار مستحکم کرنے کے لئے کئی ایک اقدام کئے۔ جن میں سے ایک کوہستانِ نمک کے دامن میں قلعہ رہتاس کی تعمیر بھی تھی۔ یہ قلعہ مغلوں کے زمانے میں بھی ایک مضبوط فوجی مرکز کا کام دیتا رہا۔ نیز اس علاقے کے گکھڑوں کی پسماندگی کے پیش نظر اس قلعے کی تعمیر اسی علاقے کے مزدوروں اور معماروں کی مدد سے کرائی گئی۔

شیر شاہ نے اپنے دورِ حکومت میں گکھڑوں کو دبانے کے لئے صرف یہ قلعہ ہی تعمیر نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اس علاقے سے گزرنے والی پرانی شاہراہ کو بھی از سرِ نو آمد و رفت کے قابل بنایا۔ جو جہلم، رہتاس اور ٹیکسلا سے گزرتی ہوئی۔ اٹک تک پہنچتی ہے۔ جسے آجکل جی۔ ٹی روڈ کہا جاتا ہے۔ فوجی اعتبار سے اس قلعے کی بڑی اہمیت تھی۔ کیونکہ دراصل اس کی تعمیر کا مقصد یہی تھا کہ افواج کو تیزی سے اٹک کے راستے پشاور اور کابل پہنچایا جا سکے۔ مگر افسوس کہ اس کی عمر نے وفا نہ کی اور اس کے جانشین فہم و فراست سے عاری نکلے اور وہ شیر شاہ سوری کی بے وقت موت کے بعد اقتدار کو سنبھال نہ سکے۔

۱۵۴۰ء میں جب قنوج کے مقام پر ہمایوں کو شیر شاہ کے ہاتھوں شکست ہوئی تو وہ پنجاب کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ شیر شاہ بھی

Marfat.com

اس کے تعاقب میں یہاں تک پہنچ گیا۔ ہمایوں تو آگے ہی ایران کیطرف نکل گیا تھا۔ مگر شیر شاہ کو یہاں کے مقامی گکھڑوں نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ کیونکہ گکھڑ سردار سلطان سارنگ خان جو سلطان پور متصل منگلا پر حکومت کرتا تھا۔ ہمایوں کے باپ بابر کا بڑا گہرا دوست تھا۔ اسی دوستی کی وجہ سے اس نے ہمایوں کا تعاقب کرنے والے دشمن کو اپنے علاقے میں ہی رکنے پر مجبور کر دیا۔ تاکہ وہ اس کے دوست کے بیٹے ہمایوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ شیر شاہ اور ہمایوں کی دشمنی اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ شیر شاہ اسے ہر وقت زندہ پکڑنے کی فکر لگا رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک ترکیب کے تحت سلطان ترکی سے اپنے گہرے مراسم پیدا کر لئے اور پھر ان دونوں کا آپس میں یہ عہد و پیمان ہو گیا کہ سلطان اُدھر سے ایران پر حملہ کر دے گا۔ جب ایران فتح ہو جائے گا تو مفتوح علاقہ سلطان ترکی لے لیگا اور شیر شاہ صرف ہمایوں کو زندہ گرفتار کر لے گا۔ مگر یہ منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے شیر شاہ یہیں رکنے پر مجبور ہو گیا۔ بادشاہ نے گکھڑوں کی شوریدگی پر قابو پانے کے لئے ۱۵۴۰ء میں بنگال میں تعمیر شدہ قلعہ رہتاس گڑھ کے نمونے پر یہاں ایک دفاعی قلعہ بنانے کا حکم دیا۔

شیر شاہ سوری بڑا دور اندیش حکمران تھا اُس نے گکھڑوں کی پسماندگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے

اس قلعے کی تعمیر کا ٹھیکہ بھی گکھڑ قوم کے افراد کو دیدیا۔

جن کے سربراہ معمار شاہو سلطان تھے۔ قلعے کی تعمیر کے لئے محفوظ اور موزوں جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ جس نے اسلامی نظریے کے تحت زحل ستارے کی نیک ساعت کے مطابق بروز یکشنبہ یازدہم ماہ ربیع الآخر ۹۴۷ھ

بمطابق ۷ستمبر ۱۵۴۲ء کو بعد از نمازِ فجر اس بے آب و گیاہ مقام پہ قلعہ کی تعمیر کی بنیاد رکھ کر کام شروع کیا۔ اس کے مشرق میں نالہ کس ہے جو کہ بہت زیادہ گہرا ہے۔ مغرب کی نالہ گھان بہتا ہے۔ شمال کی طرف شہر کی پرانی آبادی منڈی تھی۔ جنوب کی طرف ایک گھنا جنگل اور چبوترہ واقع ہے۔ کسی جگہ بھی قلعے کی بنیاد کھود کر نہیں رکھی گئی۔ بلکہ قدرتی پتھروں اور چٹانوں پر اس کی تعمیر کی گئی ہے۔ یہ قلعہ مشرق" غرباً ۴۹ ۳۰ ۴ طول بلد پر ایک اونچے سے ٹیلے پر واقع ہے۔ اس کی تعمیر میں تقریباً تین لاکھ مزدوروں نے حصہ لیا تھا۔ اس کے متعلق لنگر خوانی دروازے پر موجود ایک کتبے میں تمام تفصیلات موجود ہیں۔ اس قلعے کی تعمیر پر جو رقم خرچ ہوئی اس کا اندازہ تقسیم برصغیر پاک و ہند سے قبل برطانوی سکے کے حساب سے ایک ارب اکیس کروڑ پچھتر ہزار روپے لگایا گیا ہے۔ اس کی دیواریں اب خستہ ہو چکی ہیں۔ لیکن ابھی جو کچھ باقی ہے وہ جاذبِ نظر اور اثر آفریں ہے۔ اس کی تعمیر و تکمیل میں ۸ سال کا عرصہ لگا قلعے کی تعمیر سے قبل اس جگہ کی آبادی اسی ہزار سے لیکر ایک لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ آج کل یہاں کی آبادی کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور جو ہے وہ بھی قلعے کی چار دیواری کے اندر ہی ہے۔

دفاعی اہمیت

شیر شاہ بادشاہ کی شخصیت عوام الناس کے لئے کسی خاص تعارف کی محتاج نہیں۔ اس کے عہد مرتب شدہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار کی رو سے اس قلعے کی دفاعی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس قلعے میں تیس ہزار سوار، پچیس ہزار پیدل، پانچسو بڑی توپیں، پانچسو چھوٹی توپیں ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ اس کے برعکس قلعہ ملتان میں پانچ ہزار۔ قلعہ گوالیار میں ایک ہزار

Marfat.com

بنیادہ میں ایک ہزار، قلعہ انھمبو میں سولہ سو، بانڈولہ میں دس ہزار۔ قلعہ چینار گڑھ میں ایک ہزار، قلعہ رہتاس گڑھ (صوبہ بہار) میں دس ہزار بندوقچی ہر وقت تیار رہا کرتے تھے؛

تعمیرات

قلعے کے ابتدائی حصے میں شاہی مسجد، شاہی محلات۔ مان سنگھ کا محل، رانی کا محل۔ لنگر خانی دروازہ۔ شیشی دروازہ، کابلی دروازہ، طلاقی دروازہ، چاند والی دروازہ، تین باؤلیاں وغیرہ تعمیر کی گئی ہیں۔ اس سے اگلے حصے میں سوہل دروازہ، موری دروازہ، گھٹیالی دروازہ اور آخر میں شہر کا صدر دروازہ یعنی خاص خانی دروازہ ہے۔ جب تعمیر کا آغاز ہوا تو قلعے کا تمام رقبہ تقریباً ۱۳۰ بیگھے تھا۔ لیکن بعد میں شیر شاہ کے حکم پر اس رقبے میں ۲۲۶ ایکڑ کی توسیع کر دی گئی۔ غرضیکہ ۳۵۰ ایکڑ پر محیط ایک عظیم الشان عمارت جس کے ساتھ تاریخ کی تحیر خیز روایتیں وابستہ ہیں۔ بن کر تیار ہو گئی۔

اس قلعے کی تعمیر میں جو مسالہ استعمال کیا گیا وہ صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی مضبوط حالت میں موجود ہے۔ جب اس مسالے کا تجزیہ کیا گیا تو اس میں پہاڑی پتھر، لکڑی کا کوئلہ، اور رہتاس کے گرد و نواح میں پائی جانے والی ایک خاص قسم کی خود رو گھاس موجود پائی گئی۔ یہ گھاس جلانے پر ایک سفید مادے کی شکل اختیار کر کے لئی سی بن جاتی ہے۔

چاند والی، خواص خانی، لنگر خانی، کابلی، شاہی شیشی۔ اور سوہل دروازے دفاعی نقطہ نگاہ سے دوہرے بنے ہوئے ہیں۔ ہر دروازے سے کچھ فاصلے پر فصیل کے ساتھ ساتھ حفاظتی کوٹھڑیاں بنی ہوئی

Marfat.com

ہیں۔ جن میں قلعے کے محافظ متعین رہتے تھے۔

فصیل کے اندر موجود سوراخ تازہ ہوا کی گزر گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ دشمن پر تیر اندازی کرنے کا بہترین ذریعہ بھی تھے۔ دورانِ جنگ تیر انداز سوراخوں کے سامنے بیٹھ جاتے اور دشمن پر تاک تاک کر تیر برساتے۔ ہر دروازے کے کواڑ سے آٹھ انچ موٹے دس فٹ چوڑے اور تیس فٹ سے زیادہ اونچے ہیں۔ ان کے پیچھے دو فٹ چوڑی شہتیریاں لگی ہوئی تھیں جو کہ فصیل میں دونوں طرف آرپار ہوتیں۔ دروازے چوڑائی میں ۲۵ سے ۳۰ فٹ تک موجود ہیں۔ یہ دوہرے دروازے حملہ آوروں کی زد میں آنے کے خطرہ کے باعث تعمیری لحاظ نہایت مضبوط بنے ہوتے ہیں۔ تاکہ اگر بیرونی دروازے پر دشمن کا قبضہ ہو جائے تو اندرونی دروازے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے شہر پناہ پر حملہ آوروں کا دباؤ نہ پڑ سکے۔ تیر انداز سوراخوں کے سامنے بیٹھ جاتا ہے کہ تیر برسائے۔ جبکہ ان کا دشمن نشیب میں ہونے کی وجہ سے ایک تو پہلے ہی کمزور ہوتا پھر ان کے تیر قلعے کی فصیل سے ٹکرا کر ہی واپس ہو جاتے اور سینکڑوں میں سے کوئی ایک آدھ تیر ایسا ہوتا جو فصیل کے سوراخ سے گزر کر قلعے کے کسی محافظ کی ہلاکت کا باعث بنتا اس طرح قلعے میں موجود کم لوگوں کو کم سے کم نقصان اٹھانا پڑتا۔

گزر گاہیں

قلعے کے تین پوشیدہ راستے ہیں۔ ایک راستہ شیشی دروازے اور لنگر خوانی کے قریب ہے۔ دوسرا قلعے کے اندرونی اور بیرونی حصّوں کو آپس میں ملاتا ہے اور تیرا شاہی مسجد میں جو شاہی محلات میں جاکر ختم ہوتا ہے۔ یہ خفیہ راستے ناگہانی مصیبت کے وقت قلعے سے جان بچاکر باہر نکلنے

Marfat.com

کے لئے بنائے گئے تھے۔

قلعے کے ۶۸ برج اور ۱۸۸۵۶ کنگرے ہیں جو فن کاریگری کا ایک نادر نمونہ ہیں۔ فصیل پر اترنے چڑھنے کے لئے مجموعی طور پر ۸۵ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ فصیل پر کم و بیش پانچ جگہ نقارخانے بنے ہوتے ہیں۔ فصیل ۴۵ سے ۵۰ فٹ تک چوڑی ہے اور اس کی اونچائی ۹۰ سے ۱۰۰ فٹ تک ہے۔ اس کے ارد گرد گہرے کھڈ ہیں جو ایک مضبوط قدرتی خندق کا کام دیتے ہیں فصیل تین منزلوں میں دو یا مہ قطاری ہے۔

جب سوری خاندان زوال پذیر ہو گیا تو گکھڑ سردار سلطان آدم خان نے ہمایوں کو ہندوستانی آنے کی دعوت دی اور ہمایوں شہنشاہ ایران کی فوجی مدد سے دوبارہ ہندوستان پر قابض ہو گیا۔ مغل حکومت کے زوال پر احمد شاہ ابدالی نے کابل اور پنجاب میں رابطہ قائم کرنے کی غرض سے نواب سربلند خان کو قلعہ رہتاس میں بحیثیت گورنر متعین کر دیا تھا۔

۱۷۶۶ء میں سکھوں نے اس قلعے پر دھاوا بول دیا اور تین ماہ کے محاصرے کے بعد اس پر قابض ہو گئے۔ کالا گجراں کے چوہدری عبدالرحیم نے سکھوں سے ساز باز کر کے نواب سربلند خان کو گرفتار کرا دیا۔ پھر ۱۸۴۹ء میں سکھوں کے دور ابتداء میں جب یہ قلعہ سکھوں کے زیر عتاب آیا تو راجہ فضل داد گکھڑ نے اس قلعے پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ مگر سکھوں نے طویل محاصرے کے بعد اسے دوبارہ آزاد کرا لیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی یہاں کافی عرصہ تک قیام پذیر رہا۔ جب امیر دوست محمد خان والئی کابل نے سکھوں کو شکست دی تو سکھ جرنیل ہری سنگھ کی موت کا انتقام لینے کے لئے رنجیت سنگھ رہتاس آکر ہی رہائش پذیر ہوا تھا۔

چنانچہ ۱۸۲۹ء سے ۱۸۴۷ء تک یہ قلعہ پنجاب کے ساتھ سکھوں کی عملداری میں اپنی اہمیت کی وجہ سے اکثر و بیشتر بربریت کا شکار رہا۔ اور شاہی محلات کے اندر سے قیمتی پتھروں کو اکھاڑ کر لے گیا۔

یوں تو اس قلعے کے ۱۲ دروازے ہیں مگر یہاں چند ایک مشہور دروازوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

شیشی دروازہ

چونکہ یہ تمام کا تمام شیشے کے کام سے مزین ہے۔ اسی مناسبت سے اسے شیشی دروازہ کہا جاتا ہے۔ یہ نالہ گھان پر واقع ہے اس کے جھروکے سے شاہی بیگمات، شہزادے اور شہزادیاں موسم گرما میں سیر و تفریح کے لئے گھان کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہوا کرتی تھیں۔ یہ سطح زمین سے ۲۰۰ گز اونچا ہے۔ یہاں پر قسم قسم کے قیمتی پتھروں سے پچی کاری کی ہوئی ہے۔ اس پر لاتعداد موتی درخشاں و فروزاں لگے ہوئے تھے۔ جو رات کو جگمگ جگمگ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بیگمات اسے جگنو دروازہ بھی کہا کرتی تھیں۔ اس کے دریچے پر کلمہ شہادت اور آیت الکرسی خوشخطی سے کندہ کی گئی ہے۔ اس کے مشرقی گوشے میں سنگِ مرمر کی ڈیڑھ فٹ لمبی سل پر تاریخ قلعہ ابھرے ہوئے الفاظ میں درج ہے۔

طلاقی دروازہ

اس کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ سوری شہزادہ جلال خان جو بعد میں سلیم شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا۔ جب اس دروازے

Marfat.com

مزارات مقدسہ :- یہاں قلعے کے ہر دروازے کے اندر ایک ایک ولی کی تربت ضرور موجود ہے۔

تکیہ شاہ مراد

:- اسکی چار دیواری مقبرہ خیر النساء سے صرف چند گزوں کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے متعلق روایت ہے کہ یہ بزرگ شیر شاہ کے عہد میں شہر کے اہل دیہہ کو درس شریعت دیا کرتے تھے۔ جس کا طریق یہ تھا کہ جب تمام اہل طلباء اکٹھے ہوکر ایک دائرے کی شکل میں بیٹھ جاتے تو پھر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے ایک معاہدے کی تجدید کی جاتی کہ جس کسی کو حاجتمندی کے لئے دائرے سے باہر جانے کی ضرورت پڑے۔ وہ فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے تمام رفقائے کار کے لئے کھانے کا انتظام کر لینے کے بعد ہی دوبارہ دائرہ کے اندر شمولیت کر سکے گا۔ چنانچہ اسی طریقہ سے خورد و نوش اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا۔

شاہ محمد شہید قادری

:- یہ بزرگ اپنے بزرگوں کے حکم سے دیارِ حبیب سے ہجرت کر کے صوبہ پنجاب، ضلع گجرات کے ایک مقام نوشہرہ نوشہ پر تشریف لائے اور پھر وہاں سے تحصیل پھالیہ کے ایک گاؤں رڈمحل کے حاجی محمد پیر نوشاہی کے پاس حاضری دی۔ جہاں سے پھر انہیں رہتاس میں مستقل قیام کرنے کا حکم ملا۔ چنانچہ وہاں سے چل کر رہتاس میں سب سے پہلے تکیہ شاہ مراد کے پاس وارد ہوتے۔ اور انہیں اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لینے کی درخواست کی۔ جو کہ مسترد کردی گئی۔ جس پر یہ رنجیدہ ہوکر وہاں سے اپنے مریدوں سمیت قریب ہی ایک نشیبی جگہ پر قیام پذیر ہو گئے۔ مگر پانی کی ضرورت نے ان کو اپنا ایک آدمی

Marfat.com

شاہ مراد کے پاس بھیجنے پر مجبور کر دیا۔ جہاں سے اُسے کورا جواب ملا۔ اس پر آپ نے غصے کی حالت میں اپنے قریب ہی زمین پر اپنا عصا دے مارا۔ جہاں سے فوراً ہی ایک پانی کا چشمہ جاری و ساری ہو گیا۔ جس کے پانی میں اب تک یہ خاصیت موجود ہے کہ اگر کوئی بے اولاد عورت نئے چاند پہلے اتوار کے دن اس کے پانی سے غسل کر کے ایک زندہ بکرا بطور منت چڑھانے کا عہد کرے تو وہ خدا کے فضل و کرم سے صاحب اولاد ہو جاتی ہے۔

جب آپ ایک درخت نیچے بیٹھے ایک قلمی سنہری قرآن شریف جو کہ آپ حرم پاک سے اپنے ساتھ لائے تھے، کی تلاوت فرما رہے تھے تو ایک مسلمان شخص نے یہ متبرک نسخہ چھیننے کی کوشش کی بالآخر اس کی تلوار کی ضرب سے آپ نے جام شہادت نوش کیا مگر آخری سانسوں میں آپ اُسے یہ بد دعا دے گئے کہ آئندہ تمہاری نسل کے مردوں کو کسی مسلمان سے فاتحہ کا ثواب نہ مل سکے گا۔ چنانچہ جب کبھی اس قبرستان سے کسی کا گزر ہوتا ہے تو فاتحہ خوانی اُس کے ذہن سے اُتر جاتی ہے۔

سے پہلی بار قلعے میں داخل ہوا تو حسنِ اتفاق وہ سخت بیمار ہو گیا۔ اس پر شاہو سلطان معمار نے طلاق کی قسم ڈالی کہ وہ آئندہ کبھی کسی شہزادے یا بادشاہ کے ہمراہ اس منحوس دروازے سے قلعے میں داخل نہیں ہوگا۔ تب سے آج تک اس دروازے سے آمد و رفت بند ہے۔ اور یہ درد و الم کا تصویر بنا کھڑا ہے۔ طلاقی دروازہ ایک گہری کھائی پر واقع ہے اور سکھوں کے سری چوآ صاحب کے عین شمالی جانب ہے۔ دروازے کے اوپر دائیں جانب دس بارہ فٹ کی بلندی پر سنگِ مرمر کی ایک تختی لگی ہے جس پہ لکھی ہوئی عبارت آسانی سے پڑھی نہیں جاتی۔

Marfat.com

بادشاہی دروازہ

یہ دروازہ اپنی رفعت و بلندی کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے، اس کی ساخت میں تمام پتھر استعمال کئے گئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا وزن بیس تیس من سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ اس دروازے کے پانچ کنگرے ہیں۔ اور اس پر شاہی جھنڈے نصب کرنے کے لئے سات جگہیں بنی ہوئی ہیں

شاہ چانن ولی دروازہ

یہ دروازہ بھی اپنی خوبصورتی اور دفاع میں بے مثل ہے اس دروازے کے باہر دائیں طرف شاہ چانن ولی کی قبر ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ جب قلعے کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ تو یہ مزدوروں اور معماروں کو پانی پلانے پر مامور تھے۔ جب کارکنوں کے انعامات لینے کا وقت آیا تو انہوں نے اپنا انعام لینے سے انکار کر دیا جس پر دیگر لوگوں نے احتجاج کیا کہ جب تک یہ نہیں لیتے ہم بھی نہ لیں گے اس پر انہوں نے فرمایا کہ اس کے عوض دروازے سے ۱۰۰ گز کے فاصلے پر میرے نام کا ایک الگ حصّہ تعمیر کر دیا جائے جسے میں اپنے تصرفِ خاص میں لا سکوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اُن کے نام کا ایک علیحدہ حصّہ تعمیر کر دیا گیا۔

اس دروازے کے بُرج سے ایک زمین دوز خفیہ راستہ شیشی دروازے تک پہنچتا ہے۔ جس کے متعلق مشہور ہے۔ کہ اس خفیہ اور تاریک راستے کے بیچ میں ایک قبر بنی ہوئی ہے۔ جس کے اندر شیر شاہ سوری کے عہد کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ اس خزانے کی حفاظت کے لئے وہاں ایک اژدہا بیٹھا ہے۔ جسے دیکھنے پر انسان ڈر کے مارے بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے

Marfat.com

آج تک کوئی شخص بھی وہ خفیہ خزانہ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

خفیہ راستوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک تو حکومت کا خفیہ ذمہ دار فرد بوقتِ ضرورت نہایت آسانی سے اِدھر اُدھر آجا سکتا ہے۔ دوسرے محصورین بوقت ضرورت نہایت آسانی سے قلعے کے ایک حصّے سے دوسرے حصّے میں منتقل ہو سکتے ہیں۔

سوہل دروازہ

یہ دروازہ اپنی رفعت و عظمت، شان و شوکت اور فنکاری کے لحاظ سے پاکستان بھر میں مشہور ہے۔ یہ اس برج کے شمالاً جنوباً رُخ کئے کھڑا ہے جو سیدھا دہلی کی سمت دکھاتا ہے۔ دروازہ سوہل کے نام کی دو وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ ایک قلعے کے اندرونی حصے میں کھڑے ہو کر آسمان پر نظر ڈالیں تو ستارہ زحل عین اس کے اوپر نظر آتا ہے۔

اسی مناسبت سے اس کا نام زحل گیٹ رکھا گیا۔ جو بعد میں زحل سے سہیل کے نام میں تبدیل ہو گیا۔

دوسرے سہیل غازی کے نام کے مزار کی وجہ سے ایک انگریز سر مٹکاف ۱۹۰۶ میں یہاں دورے پر تشریف لائے۔ سوہل گیٹ کے ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے۔ ریسٹ ہاؤس کے اندر مغربی گوشے میں سہیل غازی کا مزار ہے۔ جو کہ احمد نگر (حیدر آباد دکن) کی ملکہ چاند بی بی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسٹر مٹکاف اور مسز مٹکاف کی بے ادبی کی وجہ سے یہاں انہوں نے بہت بڑا اژدہا دیکھا جس سے مسز مٹکاف ڈر کر بے ہوش ہو گئیں۔ مسٹر مٹکاف نے اپنی بیوی کی ایماء پہ

Marfat.com

غازی بابا کی قبر تک اندر ہی اندر جانے والا راستہ بند کرا دیا اور چھت پر قبر کا نشان بنوا دیا تاکہ لوگ زیارت سے مشرف ہوتے رہیں۔ پچھلے سال ستمبر میں لوگوں نے ایک شخص کے دعوے بشارت پر پھر سے قبر کا دروازہ کھول دیا ہے یہ دروازہ اپنی بلندی اور تعمیر کے لحاظ سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ شیر شاہ نے اسے رسدگاہ کے طور پر استعمال کرنے کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ جہاں وہ چھت پر کھڑے ہو کر ایک خاص قسم کی فوجی دوربین (ربناکہ) سے دور دور تک کے علاقے کا جائزہ لیا کرتا تھا۔ یہاں سے ۳۰ میل تک کا علاقہ آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ موجودہ دور میں بھی اسے ریسٹ ہاؤس کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

احوال سخی خواص خان

:- جب شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو ہندوستان سے خارج کر دیا اور خود با امن و امان تخت شاہی پر جلوہ گر ہوا۔ تو ایک رات بادشاہ محل میں رونق افروز ہوا۔ جس پر تمام بیگمات اور خواصان قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتے۔ اتفاق سے ایک کنیز سے مجلس کے آدابِ شاہانہ میں نازیبا حرکت سرزد ہو گئی۔ جس پر بادشاہ نے ناراض ہو کر اُسے ایک خدمت گار کے حوالے کر دیا۔ اتفاق سے یہ کنیز امید سے تھی۔ جب مدت پوری ہوئی تو کنیز نے ایک بچے کو جنم دیا۔ جس کا نام خواص خان رکھا گیا۔ یہ لڑکا اپنی ماں کے پاس پرورش پانے لگا۔ مگر بادشاہ کو اس بچے کی پیدائش کی کوئی خبر نہ ہوئی۔ خواص خان بہت خوبصورت، ذی عقل اور فہم و فراست میں بے نظیر تھا۔ اس کو حکم خداوندی سے خضر پاک کی دعا تھی۔ کہ وہ ہر وقت دس ہزار مخفی نگہبان نہانی میں ہمیشہ رہے گا۔ اور آخر کار شہادت پائے گا۔ خواص خان جب بلوغت کو پہنچا تو اسے ایک دن بادشاہ نے دیکھ لیا۔ بادشاہ نے اس کے حسن و عقل سے متاثر ہو کر اپنے دربار کے مقربین میں شامل کر لیا۔ بعد ازاں اپنی فوج کا

Marfat.com

سردار مقرر کر لیا۔

ایک دن بیانہ گر کی تخت نشین رانی نے بغاوت کر کے خراج ادا کرنا بند کر دیا۔ کہ وہ بادشاہ سے جنگ کرنا چاہتی ہے۔ شیر شاہ نے غضبناک ہوکر امیر خاص کو فوج بمعہ سامان جنگ دے کر اُسے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ رانی اور امیر خان کی فوجوں کے درمیان جنگ جاری ہو گئی۔ مگر امیر خان کو شکست ہوئی اور گرفتار ہو کر جب رانی کے سامنے پیش کیا گیا تو رانی نے امیر خان کا ناک کاٹ دیا۔ اور کہا کہ یہ خراج شیر شاہ کو دے دیا جائے۔

ادھر شیر شاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اُس نے ایک اور آزمودہ کار جرنیل کو فوج دے کر رانی کے مقابلے میں بھیجا۔ لڑائی کے بعد رانی کو فتح نصیب ہوئی۔ اور اس نے بھی شیر شاہ کے جرنیل کا ناک کاٹ ڈالا۔ اس پر رانی کا نام ناک کٹی پڑ گیا۔ اور ہر کوئی اس کے اس فعل سے ڈرنے لگا۔

رانی ناک کٹی کا ایسا رعب چھا گیا کہ کوئی سردار یا افسر بیانہ گر کی طرف جرأت نہ کرتا تھا۔ تب خواص خان نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ اسے اس خدمت کے لئے اجازت دینی چاہیئے۔ چنانچہ خواص خان بمعہ فوج بیانہ گر روانہ ہوا۔ اور ناک کٹی سے باہم مقابلہ شروع ہو گیا۔ آخر جدناک کٹی کو شکست نصیب ہوئی۔ اُس نے اپنے آپ کو خواص خان کے حوالے کرتے ہوتے کہا کہ چونکہ میں بے اولاد ہوں۔ میں آپ کو اپنا فرزند بنا کر ریاست کا تمام زر و مال پیش کرتی ہوں۔

خواص خان نے یہ بات منظور کر لی۔ اور بیانہ گر کے تخت پر جلوہ گر ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔

Marfat.com

اور خزانوں کا منہ کھول دیا کہ غریب پروری اور انصاف سے رعایا کو مشکور کیا۔

ادھر جب شیر شاہ کو اس کی سلطنت پر حکمرانی کی خبر پہنچی تو سخت غصّے ہوا۔ اور اسے قتل کرنے کا منصوبہ سوچنے لگا۔ مگر اسی اثنا بادشاہ کی موت واقع ہو گئی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت نشین ہوا۔ اس نے باپ کی جگہ خواص خان سے انتقام لینے کا منصوبہ بنایا اور خواص خان کو دھوکے سے بلاکر اُس سے اپنا سر پیش کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ خواص خان اور سلیم شاہ کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ جس پر خواص خان لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جن کا سر تو یہاں رہ گیا۔ مگر باقی جسم آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا گیا۔ حتیٰ کہ جسیہ سر بریدہ دھڑ موقع خواص پور ضلع گجرات کے پاس پہنچا۔ تو وہاں کنوئیں پر چند عورتیں جو کہ پانی بھر رہی تھیں۔

انہوں نے تعجب سے شور مچایا کہ دیکھو بغیر سر کے دھڑ چلا آرہا ہے۔ ان کا دھڑ زمین پر گر کر فوراً غائب ہو گیا۔ جس پر اب بھی ایک قبر بنی ہوتی ہے۔

چنانچہ اب بھی قلعہ کے صدر دروازہ کے اندر دائیں جانب ان کا مزار موجود ہے اور اسی نام سے یہ دروازہ مشہور ہے۔

87095

Marfat.com

شاہی مسجد:

یہ مسجد شاہی دروازے کے پاس موجود ہے اس کی لمبائی ۱۰۰ فٹ اور چوڑائی ۵۰ فٹ ہے۔ اندر سے تین گنبدوں کے نیچے ہے مگر اندر سے چھت بالکل ہموار ہے۔ اس کی اندر کی دیواریں منقش ہیں۔ بیرونی دروازوں پر دونوں جانب گول دائروں میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ اور درمیانی دروازے کے محراب میں کلمہ کے علاوہ بسم اللہ الرحمن الرحیم دائروں کی شکل میں گل شگفتہ کی طرح لکھے ہیں محرابوں کے اوپر چوکھٹوں سے ۴۴ فٹ کی بلندی پر ایک چھجہ بنا ہوا ہے جس کے اوپر چھوٹے چھوٹے کنگرے بنے ہوئے ہیں۔ کنگروں کے اطراف دروازوں پر اللہ و محمدؐ کے باری باری اسمائے مبارک درج ہیں۔ مگر درمیانی محراب والے کنگروں پر اسمائے باری تعالےٰ بھی درج ہیں۔ اس مسجد کے محراب و منبر ابھی تک قائم و دائم ہیں۔ اسے دیکھنے کے بعد یہی جی چاہتا ہے کہ بقایا تمام عمر اسی مسجد میں تسبیح و تقدیس میں مشغول رہیں۔ تاکہ کم از کم روحانی اور ایمانی تقویت کو کامل دوامی رہے۔

سلسلہ درس و تدریس

زمانہ قدیم کے مسلمانوں کے بادشاہوں کا یہ دستور تھا کہ وہ قیام کی صورت میں مقامی شاہی مسجدوں میں اسلامی فقہ کی درس و تدریس کا انتظام جاری رکھتے تھے۔ جیسا کہ روہتاس کے علاوہ ملک کے دیگر حصوں شلاً ٹھٹھہ (سندھ) شاہجہانی کی بنی ہوئی

Marfat.com

شاہجہان مسجد۔ خدا آباد میں غلام شاہ کلہوڑا کی بنائی ہوئی کلہوڑ مسجد۔ سکھر میں سید معصوم شاہ بکھری کی بنائی ہوئی بھاکری مسجد۔ لاہور میں شاہی مسجد اور وزیر خان کی مسجد۔ بھیرہ ضلع سرگودھا میں شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی بگوی مسجد میں مکاتب کے آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ کہیں دور دراز سفر و حضر میں مہموں پر جاتے تو شاہی علماء کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ تاکہ پنجگانہ نماز کی باجماعت ادائیگی۔ علاوہ دیگر شرعی مسائل کے فوری حل میں کوئی دِقّت و دشواری نہ پیش آسکے۔ دوران سفر بادشاہ کی فوج پڑاؤ کی شکل میں جہاں کہیں چند دِن قیام کرتی۔ وہاں کے دور و نزدیک کے لوگوں کو بادشاہ کیطرف سے شاہی درس میں شمولیت کی دعوت دی جاتی تاکہ قرآن و سُنت کی روشنی میں اسلام کی تبلیغ اور فروغ کا سلسلہ جاری و ساری رہے جس پر دینِ حنیف کے شیدائی لوگ بکثرت شاہی درس میں شامل ہونا۔ اپنی سعادت سمجھتے۔

حسبِ دستور جب سلیم شاہ نے اپنے مختصر سے قیام کے دوران یہاں کے قرب و جوار میں عوام کو شاہی درس میں شامل ہونے کی دعوت دی تو اس میں بہت سے لوگوں نے خوشی خوشی شمولیت کا شرف حاصل کیا۔ اس دوران اکثر لوگوں نے علمائے کرام کی سحر بیانی سے متاثر ہوکر بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ اپنی یادگار کے طور پر ہمارے لئے یہاں مستقل طور پر ایک دینی مکتب قائم کردے۔ اور اس میں اپنی طرف سے ایک عالم دین کا تقرر بھی کردے جو ہمیں دینی تعلیم

Marfat.com

دیتا رہے۔ اور ساتھ ہی بادشاہ کا صدقہ جاریہ بھی دائمی طور پر قائم رہے۔ چنانچہ رعایا کی اس درخواست کو بادشاہ نے بخوشی منظور کر لیا۔ اور رائج الوقت زبان (عربی فارسی) میں اس کی اپنی بنائی ہوئی شاہی مسجد کے اندر ایک مکتب مسجد قائم ہو گیا۔ اس کے بعد علم دین سے ذوق و شوق رکھنے والے عوام نے اسی قائم شدہ درس و تدریس کے سلسلہ کو قائم رکھنے کے لئے ایک مخصوص جگہ کا انتخاب کیا۔ جسے دیوانِ خانہ کہتے ہیں۔ اب یہ مکتب شاہی مسجد سے دیوان خانے میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ جسے بعد میں عوامی مکتب کا نام دیا گیا جو آج تک بدستور قائم چلا آرہا ہے

مان سنگھ محل

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اسے اکبر اعظم نے اپنے سپہ سالار اور مشہور نورتن جو کہ اکبر بادشاہ کی چہیتی بیوی جودھا بائی اور اس کے لڑکے سلیم خان عرف شیخو بابا کا ماموں بھی تھا کی رہائش کے لئے ایک سفید رنگ کے گنبد نما محل کو تعمیر کروایا تھا۔ قلعہ رہتاس کا یہ مشہور و معروف محل بہت زیادہ بلندی پر تعمیر کیا گیا ہے جو بہت دُور دُور سے دکھائی دیتا ہے۔ یہ عمارت فنِ تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔

اس میں ہندی آرٹ سے کام لیا گیا ہے۔ اس کے اندر بیٹھ کر انسان یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اونچی فضا میں پرواز کر رہا ہے۔ اور ۳۰/۴۰ میل تک کے علاقے کے اوپر

Marfat.com

آسانی سے نظر رکھ سکتا ہے۔ ۲۵ بیگھ کے رقبہ پر محیط یہ محل سطح سمندر سے تقریباً ۲۲۶۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے اس محل کی تعمیر میں چونہ گچی مسالہ سے کام لیا گیا ہے۔ اس کا براق گنبد فضائے نیلی نام میں ۳۷۲ فٹ سطح زمین سے ابھرا ہوا ہے پچکاری اور نقش ونگار آج تک چھتوں، دالانوں، جھروکوں وغیرہ میں سنگ مرمر کی سفیدی لئے ہوتے قائم و دائم ہے۔ شہنشاہ اکبر یہ جگہ اس کے مشہور نورتن مان سنگھ کو الاٹ کردی گئی تھی جس نے اس کی خوبصورتی کو مزید جلا بخشنے کے لئے اس کے اردگرد مزید عمارات بنوائیں چنانچہ اب یہ اسی مناسبت سے مان سنگھ محل کہلاتی ہے۔

کالا محل

یہ محل سفید محل یعنی مان سنگھ محل سے تقریباً ۱۰۰ گز کے فاصلے پر شمال کی نسبت بنا ہوا ہے۔ یہ مان سنگھ کی شریمتی روپ متی کے لئے تعمیر کرایا گیا تھا۔ یہ محل اگرچہ فنی کاریگری کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ مگر اتنا خوبصورت نہیں جسے بے مثل کہا جا سکے۔

اس پر چاروں طرف چونے گچی کی پچیکاری کا کام کیا ہوا تھا لیکن اب افتاد زمانہ کے ہاتھوں اپنی اصلی زیب و زینت کھو چکا ہے اس عمارت کے موجودہ رنگوں و روپ کی وجہ سے لوگ آج بھی اسے کالا محل کہتے ہیں۔

شاہی قتل گاہ

قلعے سے باہر مغرب کی جانب آدھ میل کے فاصلے پر مجرموں کے قتل کرنے کے لئے ایک مخصوص جگہ بنائی گئی تھی۔ جہاں قاتلوں یا

Marfat.com

سنگین جرم میں ملوث افراد کو ایک چبوترے پر کھڑا کر کے تلوار سے اُن کا سر قلم کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ عوام کو اس سے عبرت حاصل ہو۔

سری چوآ صاحب

سکھوں کے عقیدہ کے مطابق سری پنجہ صاحب حسن ابدال ڈیرہ بابا نانک۔ ننکانہ صاحب کی طرف اس مقام کو بھی ایک خاص اہمیت حاصل ہے جب گورو نانک صاحب ڈیرہ بابا نانک میں مصروفِ عبادت میں مصروف تھے تو انہیں اپنے روحانی پیشوا کی طرف سے حکم ملا کہ رہتاس کے قلعہ کے باہر نالہ گھان کے کنارے بیٹھ کر اپنی بقایا روحانی منزل کی تکمیل کرو۔ چنانچہ یہ یہاں پہنچے اور اپنی روحانی منزل کی تکمیل کے بعد واپس چلے گئے۔

مقبرہ خیر النساء

یہ ایک گنبد نما عمارت دینہ سے رہتاس جاتے ہوتے نالہ گھان کے اس پار سب سے پہلی عمارت ہے جو کہ دُور دُور سے دکھائی دیتی ہے۔ اس کے متعلق ایک دلچسپ روایت ہے۔ کہ مسمی قادر بخش شیر شاہ کا وزیر خوراک تھا۔ شیر شاہ کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اچانک ہی اس کی بیٹی خیر النساء کا بھی انتقال ہو گیا۔ جسے اس نے یہاں دفن کر کے اوپر ایک گنبد تعمیر کر دیا۔ جب سلیم شاہ یہاں آیا تو اس نے جب یہ عمارت دیکھی تو بہت غصے ہوا۔ اور قادر بخش کو اپنی بیٹی کی لاش کسی اور جگہ منتقل کرنے

Marfat.com

کا حکم دیا۔ جس پر اس نے اپنی بیٹی کی لاش یہاں سے نکال کر قریب ہی ایک نشیبی جگہ پر دفن کر دی۔ جس کی قبر کا نشان اب بھی موجود ہے۔ مگر اس مقبرے کے اندر پہلی خالی قبر کا نشان بھی موجود ہے۔

قطعہ:-

بے شک ہے قلعہ کی تعمیر پرانی
اور شیر شاہ کی ہے عمدہ نشانی
اور گھان کے پانی کی پر زور روانی
مفلس کی مگر کوئی نہیں سنتا ہے کہانی

نالہ گھان

ضلع جہلم کی مشہور و معروف صحت بخش پانی کی ندی ٹلہ جوگیاں کے سر سبز و شاداب پہاڑ سے نکل کر مختلف انواع و اقسام کی طبی جڑی بوٹیوں کے نفع بخش اثرات اپنے دامنِ فیض میں لئے ہوئے قلعہ کے قریب سے بہتی ہوئی گزرتی ہے۔ اس کی دو بڑی خاصیتیں مشاہدے میں آئی ہیں۔ ایک تو اس کا پانی صحت بخش ہے جس کی افادیت کا اعتراف خود مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کیا ہے۔ مہاراجہ جب کبھی روہتاس یا اس کے گرد و نواح میں قیام پذیر ہوتا تو ہمیشہ اسی ندی کا پانی پینے میں فخر محسوس کرتا۔ اور پھر یہ شعر کہتا۔

قطعہ:-

روہتاس کا خطہ ہے یا جنت کی نشانی
حوروں کا تبسم ہے یا فردوس کی رانی
امرت جسے کہتے ہیں وہ ہے گھان کا پانی
حسرت سے نکلتی ہے صدا ہائے جوانی

دوسرے اس کے پانی سے دھلے ہوئے کپڑے نہایت ہی صاف اور چمکدار ہوتے ہیں

Marfat.com

تاریخی مقام

ٹلہ جوگیاں

جیساکہ تاریخی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قدیم کے بدھ مذہب کے بانی گوتم بدھ یا ٹلی پتر (برہما) کے مقام پر پیدا ہوا۔ جس نے اپنے ملک کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی اپنی پیروکاروں جنہیں ناتھ کہا جاتا ہے۔ (ناتھ یعنی مذہبی مصلح اعظم) کے ذریعے پھیلا دیا۔ ہندوستان میں جوگیوں کے سلسلے کا آغاز شیو جی مہاراج مورثِ اعلےٰ سے شروع ہوتا ہے۔ جو کہ ایک کمال درجے کا روحانی صاحب نظر ہونے کے علاوہ استدراج میں بھی کافی مہارت رکھتا ہے۔ اور عبادت کے سلسلے میں فطری مظاہر مثلاً سورج، چاند

ستاروں کی پرستش کیا کرتا تھا۔ اس نے سب سے پہلے ایک آدھ ناتھ نامی شخص کو اپنا ہم خیال بنا کر اُسے روحانی فیض بخشنے کے بعد اپنا چیلہ بنا لیا۔

آرتھ ناتھ نے جوگیوں کے سلسلے کو آگے بڑھایا۔ جس میں مچھندر ناتھ نے اپنے گورو شیو جی مہاراج سے فیض لے کر آگے اپنے دوسرے ہمعصر ساتھیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے ان سب چیلوں میں سے صرف گورکھ ناتھ ہی کو شیو جی مہاراج نے اُسے اپنی طرف سے گورو کا خطاب دیا۔ اور آئندہ کے لئے اُسے خود بھی گورو کہلانے اور چیلے بنانے کا اختیار دے دیا۔

Marfat.com

جس نے آگے چل کر بہت سے چیلوں کے ذریعے اس مذہب کو فروغ دیا۔

گورو گورکھ ناتھ خود ریاست نیپال کے ایک گاؤں گورکھ پور کا نیپالی قوم کا ایک فرد تھا۔ جو ایک غریب گھرانے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا دل غریب انسانوں کی محبت سے لبریز تھا۔ وہ ظالم راجوں۔ مہاراجوں اور امیر لوگوں سے سخت متنفر رہتا تھا۔ اس نے شرہ بھاشا میں اپنا عارفانہ کلام یعنی شبد لکھے ہیں۔

پنجابی ادب کی مختصر تاریخ کے حوالے سے گورکھ ناتھ ایک گورو ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انقلابی شاعر بھی تھا۔ اس نے سامراج کے مظالم، لوٹ، کھسوٹ کے خلاف پہلی آواز بلند کی۔ اس نے اپنی شاعری کے ذریعے اولاد آدم کو محبت اخوت۔ امن و آشتی۔ اور انسان دوستی کا پیغام دیا۔ جب اسے تبلیغ کرتے کرتے کافی عرصہ ہوگیا تو اسے اپنے گورو مچھندر ناتھ نے شمالی پنجاب میں ٹلہ کے پہاڑ پر جاکر قیام کرنے کا حکم دیا۔

جب اس نے اپنے چیلوں سمیت جانے کی تیاری مکمل کرلی تو گورو نے ایک نرم گھاس سے بنا ہوا کا رجہ اس کے گلے میں ڈال دیا اور کہا کہ یہ تمہارا زنار یعنی جنجو ہے۔ دوسرے آک کی ایک چھوٹی سی لکڑی اٹھا کر کہا کہ اسے اپنے زنار سے باندھ لو اس کا نام ناڑ ہے۔ یعنی یہ تمہارے کرموں کی شکتی ہے۔

تیسرے شیو جی مہاراج کی پتنی یا رتی نے اپنی ران

کے خون سے ایک کُرتہ تر کرکے گورکھ ناتھ کو دیا اور کہا کہ آیندہ تم ہمیشہ ایسا ہی سرخ لباس پہنا کرو۔ چنانچہ جوگی لوگ اب گیروے کپڑے ہی پہنتے ہیں۔ ساتھ ہی گورو جی نے یہ بھی ہدایت کی ہندو لوگ مردوں کو جلاتے ہیں مگر تم جلانے کے بجائے قبر میں دو زانو بٹھا کر اس پر مڑھی بنا دیا کرو۔

یہ تمام مکمل ہدایات دینے کے بعد گورو جی نے اسے رخصتی کی اجازت دے دی۔ اور یہ اپنے چیلوں کے ٹلہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں جب جوگیوں کا یہ قافلہ سیالکوٹ سے باہر ایک جنگل میں خیمہ زن ہوا تو انہیں وہاں ایک کنواں نظر آیا جس میں سے پانی نکالنے کے لئے جب ڈول ڈالا گیا اندر سے فوراً ایک انسانی آواز آئی۔

کہ میں معذور ہوں۔

مجھے خدا کے لئے اس کنویں سے باہر نکالو۔

حرفِ آخر

اس قلعے نے کتنے عروج و زوال دیکھے ہیں۔ اس کی سنگی دیواریں کتنی ہی مرتبہ اپنوں اور دشمنوں کی سفاکاریوں کا نشانہ بنیں ان کے سائے تلے بیٹھ کر ہم اور آپ جیسے کتنے لوگوں نے کیسے کیسے منصوبے بنائے ہوں گے۔ لیکن آج کیا ہے ؟

قلعے کی دیواریں اور شاہی عمارات سب فنا در فنا ہو رہی ہیں۔ اور زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ صرف اللہ کی ذات کو بقا ہے۔ اس کے علاوہ سب کچھ فانی ہے۔

یہ عظیم الشان قلعہ جو ہماری تاریخ۔ ثقافت اور شوکتِ رفتہ کی ایک زندہ علامت ہے۔ نہایت کسمپرسی کی حالت میں دن بدن پیوند زمین ہو رہا ہے۔ اس کے رنگ و روغن سے عاری دیواروں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے بُرج دروازے اور فلک بوس عمارتیں محکمہ آثار قدیمہ کو اپنی بدحالی کی دعوتِ فکر دے رہی ہیں۔

مگر اب موجودہ حکومتِ پاکستان کے محکمہ سیر و سیاحت نے پھر اس کی طرف خصوصی توجہ دینی شروع کر دی ہے جس کی وجہ سے اب یہاں سیر و سیاحت کا مرکز قائم کیا جا رہا ہے جس سے اُمید ہے کہ آئندہ قلعہ رہتاس اور ٹلہ جوگیاں اپنی کھوئی ہوئی عظمت اور شان و شوکت کو دوبارہ حاصل کر لیں گے۔

(انشاء اللہ)

Marfat.com

چنانچہ جب اُسے باہر نکالا گیا تو وہ راجہ سلوان کا لڑکا پورن بھگت تھا جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ اُس نے اپنی تمام مظلومانہ داستان گورو جی کو سنائی۔ جس پر گورو جی نے اُسے اپنی روحانی طاقت سے بالکل تندرست کر دیا۔

اور اُسے اپنے چیلوں میں شامل کر کے اس کا نام چرن جی ناتھ رکھ دیا۔ پورن بھگت کا باپ راجہ سلوان اس اُس وقت اسی علاقہ کا گورنر تھا۔ ٹلہ قومی شاہراہ پر دینہ سے شمال کی طرف ۱۷ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جس کی چوٹی سطح زمین سے ۳۲۰۰ فٹ بلند ہے۔ یہ ایک خوبصورت صحت افزاء جگہ ہے۔ جہاں طبی جڑی بوٹیوں کے علاوہ مختلف قسم کے درخت اور پرندے پائے جاتے ہیں۔ اس جگہ پہنچ کر جوگیوں نے ایک مسجد تعمیر کیا۔ جہاں یہ لوگ بیٹھ کر تپسیا کیا کرتے تھے۔ اور اپنے استدراج کی قوت اور کمالات کی وجہ سے علاقے بھر کے لوگوں میں کافی شہرت اور مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ انہیں دودھ کا چڑھاوا بے شمار ہوا کرتا تھا۔

تکیہ داؤد شاہ حقانی

نیلاب میں ایک عجیب واقع مشہور ہے کہ کسی گاؤں میں ایک ہندو جوگی رہتا تھا۔ جس نے اپنے ستدراج کے زور سے اِرد گرد کی آبادیوں کو خوف زدہ کر رکھا تھا۔ اور حکم تھا کہ کسی بھی اجنبی شخص کو دودھ نہ دیا جائے۔ ورنہ دودھ خون بن جائے گا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اس گاؤں میں مسلمان فقیروں کا ایک قافلہ

Marfat.com

آکر ٹھہرا۔

انہوں نے دودھ مانگا تو گاؤں والوں نے دودھ دینے سے انکار کر دیا۔ اور ہندو جوگی کے حکم سے فقیر کو آگاہ کر دیا۔ جس پر مسلمان فقیر نے حکم دیا کہ جاؤ اس جوگی کو بلا کر لاؤ۔ پہلے تو جوگی نے آنے سے انکار کر دیا۔

لیکن پھر مجبوراً اپنے استدراج کے زور سے ہوا میں اڑتا ہوا حاضر ہو گیا۔ مسلمان فقیر نے اپنا جوتا اوپر ہوا میں پھینکا تو وہ جوگی کے سر پر برسنا شروع ہو گیا۔ وہ بھاگا اور پہاڑ میں گھس گیا۔ نقیر نے جوگی کا پیچھا کیا اور پہاڑ کی چوٹی پر ایک کلہ گاڑ دیا۔ اور کہا کہ جب تک کِلہ تب تک ٹِلہ۔ یہ مسلمان نقیر داؤد شاہ حقانی تھے۔ پہاڑ ٹلہ تھا اور جوگی گورو گورکھ ناتھ تھا۔

ایک اور بیان کے مطابق ایک اور مسلمان درویش سے ان جوگیوں کا روحانی مقابلہ ہو گیا۔ جس پر یہ لوگ زک کھا گئے۔ مسلمان درویش نے جوگیوں کے مجمع سے کہو کے ایک جلتے ہوئے "ناہن" کو زمین پر نعرہ تکبیر لگایا کہ جب تک "ٹلہ" تب تک ٹلہ۔ آدھا سوکھا۔ آدھا کِلہ۔ چنانچہ اس جلتے ناہن سے آج بھی ایک تن آور درخت یادگار کے طور پر وہاں موجود ہے۔ جس جگہ داؤد شاہ حقانی اور مسلمان درویش نے بیٹھ کر ان کراماتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔

وہاں ہندوؤں نے ان کی یاد میں ایک چبوترہ تعمیر کر رکھا ہے۔ جہاں وہ تقدس کے طور پر روزانہ گھی کے چراغ جلایا کرتے تھے۔ ایک اور مشہور کہاوت ہے کہ "ٹِلے چڑھیا ٹلیوں۔ گاں نہ کھُلے کلیتوں" ایک بار ایسا بھی ہوا کہ بارش روٹھ گئی۔ تالاب خشک

Marfat.com

ہو گئے۔ جوگیوں کے ساتھ مویشیوں کی زبانیں بھی خشک ہو کر
تالو سے لگ گئیں۔ ہر طرف پانی کا کہرام مچا ہوا تھا۔ کلاّ ناتھ
جوگی کو مجبور کیا گیا۔ کہ وہ پانی کے لیئے دعا کریں۔
تاکہ بارش ہو اور پانی کی کمی دور ہو جائے۔ کلاّ ناتھ
اُٹھے۔ ہاتھ میں گاگر لی اور شمالی جانب پہاڑ سے نیچے اُتر کر دامن کوہ
میں نیچے موضع بھیٹ میں پہنچے۔ بھیٹ کی مشرقی جانب
داؤد شاہ حقانی کی درگاہ ہے۔ وہاں کنواں بنا یا گیا ہے۔ جس کا پانی
بہت ہی ٹھنڈا اور میٹھا ہے۔ جو ہر موسم میں موجود رہتا ہے
کلاّ ناتھ نے پیر صاحب کی درگاہ پر حاضری دی اور پرنام کیا اور
دُعا کے لیئے ہاتھ اٹھا کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں باران رحمت
کے لیئے عرض گزار ہوئے۔

کنوئیں سے پانی نکال کر گاگر کو صاف کیا۔ پھر اُسے
پانی سے بھر کر سر پر رکھ کر ٹلہ کی چڑھائی شروع کر دی۔ ابھی
چڑھائی سفر طے ہی کیا تھا کہ چاروں طرف سے سیاہ بادل اُٹھے۔
اور چاروں طرف سے چھما چھم برسنے لگے۔ جب وہ اپنی مٹھ میں پہنچے،
تو ہر جگہ پانی ہی پانی تھا۔ تالاب بھر چکا تھا۔ اور جوگی پانی ملنے کی
خوشی میں ناچ ناچ کر بھجن گا رہے تھے۔ اِن جوگیوں نے پنجاب
میں جس ابتدائی روحانیت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس کا سورج اسی
چوٹی سے طلوع ہوا تھا۔ جہاں جاپ کے ساتھ ساتھ آتما کو نروان حاصل ہوتا
تھا۔ جوگی پنتھ نے پہلی بار اس دھرتی سے نکل کر پورے ہندوستان کو
متاثر کیا اور ایک سادہ اور سیدھے سے مذہب سے متعارف کرایا۔
ہماری کئی لوک داستانیں جوگ پنتھ کے رنگ کی رنگینی کو لیئے

Marfat.com

ہوئے۔ آج بھی قلب و روح کو گرماتی ہیں۔ پورن بھگت۔ راجہ رسالو اور ہیرا رانجھا ایسے کردار ہیں۔ جن کی تخلیق کی پختگی میں جوگ پنتھ کے اثرات صاف دکھائی دیتے ہیں۔

پورن تو اس سلسلہ میں شامل ہو کر چرن جی ناتھ کے نام سے ناتھ جوگیوں کی گدی پر بڑے گورو کے روپ میں بھی نظر آتے ہیں۔ سکندر مقدونی جب سوا تین صدیاں پیشتر پنجاب کے اس حصّہ میں آیا تو گرجاکھ شہر سے جو موجودہ جلالپور کیکتان سے جلالپور شریف ضلع جہلم کے نزدیک واقع تھا۔ اس نے ٹلہ کی بلندی کو دیکھا۔ اُسے اہل گرجاکھ نے بھی بتایا کہ ٹلہ درویشوں اور جوگیوں کا سب سے بڑا استھان ہے۔ جہاں پورا ہندوستان حاضری دیتا ہے۔ وہاں سینکڑوں جوگی الکھ جگانے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ جو ہزاروں گایئوں کے پوتر دودھ سے خوراک حاصل کرتے ہیں۔ جڑی بوٹیوں کے خصائص سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ ان سے لوگوں کا علاج معالجہ بھی کرتے ہیں۔ اور ایک چٹکی دوا سے روگ گنوا دیتے ہیں۔

یہ عجیب و غریب داستانیں سُن کر سکندر مقدونی نے ٹلہ پر حاضری دینے کا فیصلہ کیا اور ایک ہاتھی پر سوار ہو کر جوگیوں کے بنائے راستے پر ہاتھی کو چلاتے ہوئے ٹلہ کی چڑھائی کو ختم کرنے کی ٹھان لی۔

باوجودیکہ ٹلہ کوئی بہت زیادہ چڑھائی پر واقع نہیں ہے مگر پھر بھی ہاتھی نہ چڑھ سکا۔ اور راستہ میں ہی ہلاک ہو گیا۔ جس کی وجہ سے سکندر کچھ پیدل اور کچھ گھوڑ سواری کر کے اس چڑھائی کو عبور

کرنے میں کامیابی حاصل ہوتی ۔ ٹلہ کی اس مہم کے بارے میں بابائے
تاریخ کا پلوٹارک قدرے اختصار کے ساتھ لکھتا ہے ۔ ٹلہ کے لئے
جو یونانی لفظ استعمال کیا گیا ہے " آرکیالوجی سروے آف انڈیا " کے
مصنف کننگھم اس کتاب کی دوسری جلد میں اس لفظ کا مترادف
بالناتھ دا ٹلہ لکھتے ہوئے بتاتے ہیں کہ بالناتھ بلنا تھر سے
کچھ لوگوں کو پیل ناتھ یا فیل - ہاتھی) ناتھ کا شبہ ہو گیا ۔ ۔
یہ داستان گھڑ لی کہ ٹلہ ہاتھی کا نام تھا ۔ جو جوگیوں کے پاس تھا
جس کے مرنے پر اس چوٹی کا نام ٹلہ جوگیاں رکھ دیا گیا جو
درست نہیں ہے ۔ ٹلہ پنجاب میں بلند چوٹی کو کہتے ہیں ۔ یورپ
میں یہ جا کر یہ لفظ متلہ بن گیا ۔ بھارت میں ناتھ جوگیوں کے سلسلہ
اور درمیان دین کے بارے میں بہت کام ہوا ہے ۔ اور کئی
یونیورسٹیوں سے کئی علماء پی - ایچ - ڈی کے مقالات بھی
لکھے ہیں ۔ ناتھ جوگیوں کی پنجابی شاعری کے بیشمار گرنتھ موجود
ہیں ۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانے پنجابی زبان کے قلعو رتبا سس پر جو کتابیں لکھی
ہیں ۔ اُن میں بھی ان کا تذکرہ مبسوط ہے ۔

بابا گورو نانک دیو سے بھی ان جوگیوں کے مکالمے جو
نظم سالکھیوں میں موجود ہیں ۔ پنجابی قصہ ہیر رانجھا کے نائک کا ٹلہ
پہنچ کر کان میں چھید کروانا ۔ پنجاب کے اس رشتہ کا پتہ دیتا ہے جو
ناتھ جوگیوں اور جیٹ پنجابیوں کے درمیان ہزاروں سالوں سے
چلا آرہا ہے ۔ جسے نہ تو منو کرو ختم کر سکا ۔ اور نہ ہی بدھ مت
کے اثرات مٹا سکے ۔ ٹلہ جوگیاں کے پنجاب میں تین بڑے مراکز
تھے ۔ جن کا آغاز ضلع جہلم کی اس پہاڑی سے ہوا ۔ کے زمانے کے

ایک تو وہی ناتھ جوگی کن پاٹے جوگی من انہیں سادھ پنتھی بھی کہتے ہیں۔ سادھ بھاشا انہیں کی زبان تھی۔ جسے ابتدائی پنجابی قرار دیا جاتا ہے۔

دوسرا ضلع سیالکوٹ میں "پورن دا کھوہ" اور تیسرا کانگڑہ میں جہاں قیام پاکستان کے بعد بلایہ لوگ پہنچے۔ بٹالہ ضلع گورداسپور کے نزدیک بھی ان کا ایک مرکز تھا۔ وہاں بابا نانک دیوجی مہاراج کی ان سے گفتگو ہوتی جو سدھ گوشٹ کے نام سے پنجابی ساخت کا ایک حصہ ہے۔ اس کی دوسری شاخ کا مرکز ضلع گوجرانوالہ میں موضع بدوکی چھپیاں تھا۔ جسے بعد میں بدوکی گوسائیاں کا نام دیا گیا۔

وارث شاہ نے اپنی عرفانی تخلیق قصہ ہیر رانجھا میں اس فلسفہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔ جنوبی ہند میں اہل پنجاب کے قدیم بھائی بند لوگوں میں جوگی پنتھ خوب پھلا پھولا ہے۔ اگر پہاڑ سے نیچے مشرق کی جانب اُترا جائے تو وہ جگہ آتی ہے جہاں رانجھا کے کان چھیدے گئے تھے۔ یہ جگہ آج بھی عشق و محبت کی قدیم لوک داستان کو بیان کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ یہ قصہ ہی رانجھا کا مطالعہ بتاتا ہے خود وارث شاہ بھی یہاں پہنچے تھے۔ آثار قدیمہ کا صرف ایک آدمی کننگھم جو ۱۸۱۸ء سے پہلے اس مقام پر پہنچا۔ انگریز افسران ضرور اس مقام پر آیا کرتے تھے۔

بالناتھ جوگی۔ اس کی روحانی شہرت کے چرچے ٹلہ سے لے کر راس کماری اور برہما تک پہنچ گئے۔ چنانچہ اس سے روحانی منتیں حاصل کرنے کے لئے ہندوستان بھر سے ہندو راجے۔ مہاراجے

Marfat.com

آیا کرتے تھے - حتیٰ کہ ایک بار خود بہلول لودھی بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوا تھا - گورو نانک جب قلعہ رہتاس کے قریب ۴۰ دن کی اپنی روحانی منزل کی تکمیل کے بعد فارغ ہوئے تو وہ بھی اس کی ملاقات کے لئے ٹلہ پر آئے - آپ کے بارے میں وارث شاہ جنڈیالوی فرماتے ہیں -

کہ لوک آکھدے نے بالناتھ جوگی
دل جاندا اے پار لنگھاونے دا

بقول وارث شاہ ہی کے اس نرم دل جوگی سے مائی ہیر کے سچے عاشق میاں رانجھا نے اسی سے اکتساب فیض حاصل کیا تھا - اور یہیں سے منکھ اور منداں وغیرہ لے کر ہیر کے پاس گیا تھا - رانجھے کو جس صبر وتحمل سے درس نقر دیا ہے وہ الفاظ اسلامی تصوف کی تعلیم کا مختصر سا کلام وارث شاہ ہی نے پیش کیا ہے یہ بالناتھ ہی کے روحانی فیض کا اثر ہے - کہ ہیر رانجھا اور وارث شاہ تینوں زندہ جاوید ہو گئے ہیں -

سنہ ۱۵۴۰ء میں شیر شاہ سوری کے عہد حکومت میں جو جودھ ناتھ ٹلہ پر مسند نشین ہوا - جو بڑا صاحب استدراج تھا - اس کی کئی روحانی کرامتیں مختلف مورخوں نے بیان کی ہیں - ایک جگہ بیان کیا جاتا ہے کہ روہتاس کا قلعہ تعمیر کرنے سے پہلے شیر شاہ سوری جودھا ناتھ کی شہرت سن کر ٹلہ پر حاضر ہوا - شیر شاہ جب ٹلہ پر پہنچا تو اس کی پرفضا اور دلکش وادی اُسے بہت پسند آئی اور اس نے

Marfat.com

اپنے دل میں یہ سکیم بنائی کہ وہ ٹلّے کو اپنی قیام گاہ بنائے گا۔ [illegible] رات کو محوِ خواب ہوا تو کسی بزرگ نے اُسے [illegible] سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ خواب سے بیدار ہوکر شیر شاہ پھر جودھا ناتھ کے پاس پہنچا۔ اُسے دیکھتے ہی فوراً جودھا ناتھ نے کہا کہ اے بادشاہ ٹلّہ تو صدیوں سے فقیروں کا استھان چلا آرہا ہے۔ اس پر قبضہ کرنا آسان کام نہیں۔ اگر ایسا کروگے تو نقصان اُٹھاؤ گے۔

شیر شاہ نے ڈر کر کہا کہ حضور میں تو دُعائے خیر و برکت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ دور ٹلّہ سے ملحقہ نو دیہات بطور جاگیر آپ کے نام وقف کر دیئے جو آج بھی موجود ہیں۔

اکبر میاں [illegible]

[illegible] ر سے

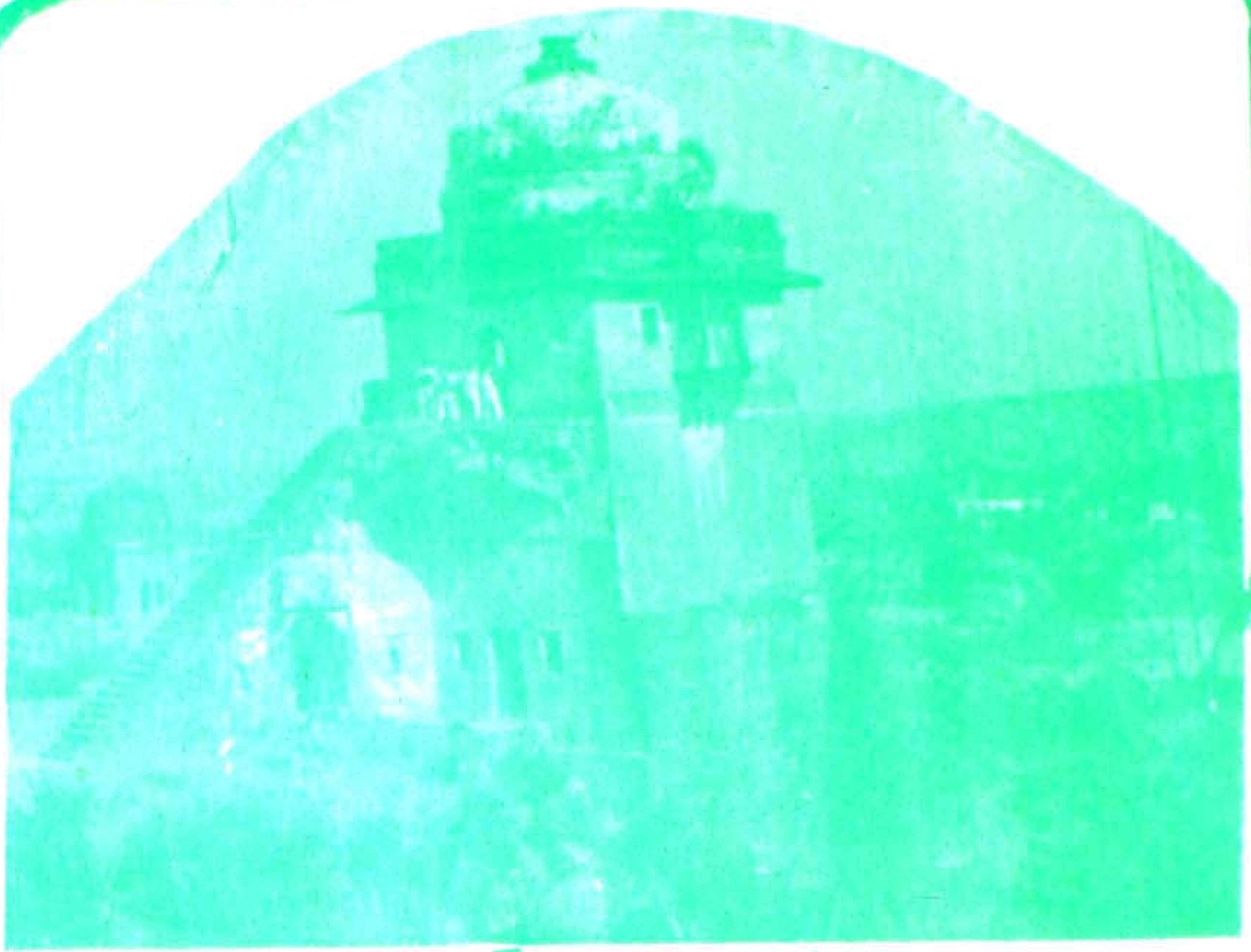

محل سلطان سنگھڑا

شہر کی آبادی کا فضائی جائزہ

Marfat.com

شیر شاہ سوری

شاھی مسجد رھتاس

Marfat.com

شیر شاہ سوری

شاہی مسجد رہتاس

Marfat.com